عالم اسلام کے لئے دعا کی تحریک

الحمد کے مضمون میں 99 صفات باری تعالیٰ شامل ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵/ مارچ ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

ابھی دو روز تک رمضان مبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ جس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے کو بھٹی کی طرح قرار دیا جس میں زنگ آلود لوہا جب لوٹایا جاتا ہے تو اس کا زنگ، اس کی آلودگیاں جل کر خاک ہو جاتی ہیں اور وہ صاف شفاف ہو کر دوبارہ باہر نکلتا ہے، اسی طرح وقت کے لحاظ سے رمضان کا ظرف بھی بھٹی کا حکم رکھتا ہے اور رمضان کے لفظ میں بھی گرمی اور شعلوں کی تیزی اور بھسم کر دینے والے معنی پائے جاتے ہیں۔ پس ان معنوں میں رمضان کا مہینہ ہمارے گناہوں، ہماری آلودگیوں، ہماری گزشتہ غفلتوں کو جلانے کا کام دے گا اگر ہم اپنے آپ کو اس مہینے کے حضور پیش کر دیں۔ اور مہینے کے حضور پیش کرنے میں ایک یہ بھی مضمون شامل ہے کہ اپنے مختلف پہلوؤں کو بدل بدل کر اس مہینے کے سامنے رکھیں۔ جس طرح ایک انسان جب آگ پر کوئی چیز بھونتا ہے تو اس کے پہلو بدلتا رہتا ہے ورنہ ایک پہلو جو آگ کے دوسری طرف ہو وہ ٹھنڈا رہ جاتا ہے۔

پس رمضان مبارک میں بھی انسان کو اپنی بدیاں تلاش کر کے مختلف پہلوؤں سے رمضان کے حضور پیش کرنی چاہئیں اور اس پہلو سے اگر آپ غور کریں تو آپ کو یوں لگے گا کہ جیسے انسان اس

مہینے میں ہمیشہ کروٹیں بدلتا ہوا مختلف پہلوؤں سے خدا سے التجائیں کرتا ہوا، مختلف زاویہ ہائے نظر سے اپنی کمزوریوں کا مطالعہ کرتا ہوا مسلسل ایک نئی کیفیت کے ساتھ گزرتا چلا جائے گا یعنی رمضان مبارک میں یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی کیفیت سے داخل ہوں اور اسی کیفیت سے باہر آئیں بلکہ ہر روز ایک نیا مضمون آپ پر ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔ ہر روز رمضان مبارک کی نئی برکتیں آپ کی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر اس طرح آپ جستجو اور محنت سے اس مہینے سے گزریں گے تو ایک نیا وجود پا کر نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جب اس مہینہ سے نکل جاتے ہیں تو پھر واپسی کا دور بھی شروع ہو جایا کرتا ہے اور اسی رمضان مبارک میں یہ بھی دعا کرنی چاہئے کہ جس مقام سے چلے تھے اگلے رمضان مبارک میں داخل ہوتے وقت اس مقام پر نہ پہنچ چکے ہوں اور بلکہ خطرہ ہے کہ اس سے نیچے نہ گر چکے ہوں۔ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان رمضان مبارک میں سے نیک نیت کے ساتھ گزرتا ہے۔ جدوجہد کے ارادے لے کر داخل ہوتا ہے۔ پھر اسے اپنے ارادوں کو عمل میں ڈھالنے کی توفیق بھی ملتی ہے اور وہ رمضان سے بہت کچھ پاتا ہے اور بہت بدیاں چھوڑ کر اس مہینے سے باہر آتا ہے لیکن جب وہ باہر آتا ہے تو پھر از سر نو وہی غفلتوں کا دور شروع ہو جاتا ہے اور وہی سستیاں جن کے نتیجے میں جگہ جگہ گندگی جمع ہونی شروع ہو جاتی ہے، عود کر آتی ہیں۔ ایسی صورت میں بعض دفعہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ آئندہ رمضان کے وقت انسان اپنے آپ کو اس سے بدتر حالت میں پائے جس حالت میں گزشتہ رمضان میں داخل ہوا تھا۔ پس رمضان کے یہ جو دو کنارے ہیں ان کے مضمون کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ داخل ہونے والا جو کنارہ ہے اس میں ہم گناہوں اور بداعمالیوں سے بوجھل ہو کر داخل ہوتے ہیں۔ بہت سے داغ ہمارے چہرے پر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ بہت سی کثافتیں ہمارے جسم کو گندا کئے ہوئے ہوتی ہیں۔ ہم صفائی کی نیت سے اور پاک نیت سے رمضان مبارک میں داخل ہوتے ہیں، نہا دھو کر صاف ستھرے ہو کر باہر نکلتے ہیں اور پھر اچانک یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب محنتوں کا دور ختم ہوا۔ عید کے ساتھ ہی یہ دھوکہ لگ جاتا ہے کہ یہ عید نیکیوں کی عید نہیں بلکہ گناہوں کی زندگی کی طرف لوٹنے کی عید ہے۔ شعوری طور پر انسان یہ نہیں کرتا لیکن لاشعوری طور پر دنیا کے اکثر انسانوں کے ساتھ یہی کچھ ہوتا ہے اور وہ معلوم بھی نہیں کر سکتے کہ ہم کیوں خوش ہیں اور یہ خوشی کہیں خیر کے

پردے میں چھپا ہوا شر تو نہیں۔

پس جو باتیں میں آپ کے سامنے کھول کر رکھ رہا ہوں، ان کے مضمون پر جب آپ غور کریں گے تو زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ پھر دوسری شکل یہ ہے کہ جو شخص ہر سال اپنے آپ کو پہلے سے بدتر حالت میں پائے یا ویسی ہی حالت میں پائے وہ خطرے سے باہر نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق حضرت احدیت جل شانہ نے جو یہ فرمایا کہ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ: ۵) کہ تیری آخرت پہلے سے بہتر ہے تو یہ بہت وسیع مضمون ہے اس کا میں بارہا ذکر کر چکا ہوں لیکن یہ ایک نہ ختم ہونے والا مضمون ہے۔ ہر اچھی صورتحال پر اس کا اطلاق ہوتا ہے پس اس نظر سے اپنا مطالعہ کرنا چاہئے کہ ہمارا بعد کا آنے والا رمضان گزرے ہوئے رمضان سے بہتر رہا کہ نہیں اور ہمیں اس سے بہتر حالت میں پانے والا بنا کہ نہیں اور اس سے بہتر حالت میں چھوڑنے والا بنا کہ نہیں۔

یہ تین نقطہ ہائے نگاہ ہیں جن سے اپنے حالات پر غور کرنا چاہئے اور رمضان سے اپنے تعلقات کو سمجھنا چاہئے۔

اس رمضان میں خصوصیت سے عالم اسلام کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔ بہت سے امور میں گزشتہ خطبات میں آپ کے سامنے کھول کر رکھ چکا ہوں۔ بہت سے ایسے خطرات ہیں جو مجھے دکھائی دے رہے ہیں لیکن ان کی تفصیل میں جانے کا وقت نہیں تھا بلکہ بعض کا تو میں ذکر بھی نہیں کر سکا لیکن بعض اشاروں میں ان کے متعلق باتیں ہو چکی ہیں۔ چونکہ میں اب اس مضمون کو ختم کر چکا ہوں اس لئے دوبارہ اس مضمون کو چھیڑنا نہیں چاہتا لیکن یہ میں آپ کو مختصراً بتا دیتا ہوں کہ آئندہ چند ماہ کے اندر مسلمانوں کے متعلق ہی نہیں بلکہ دنیا کی تقدیر کے متعلق بعض ایسے خوفناک فیصلے بھی ہو سکتے ہیں کہ جن کے نتیجے میں ساری صدی دکھوں سے چور ہو جائے گی اور نہایت ہی دردناک زمانے کا منہ انسان دیکھے گا اور کچھ ایسے فیصلے بھی ہو سکتے ہیں جن کے نتیجے میں شیطان کی اجتماعی قوت کے ساتھ جو آخری بھرپور حملہ ہونے والا ہے اس کا دفاع کرنے کی انسان کو اور خصوصیت سے مسلمانوں کو توفیق مل جائے کیونکہ اگر مسلمانوں نے اس کا دفاع کر لیا تو تمام بنی نوع انسان مسلمانوں کے دفاع کے پیچھے حفاظت میں آجائیں گے اور مسلمانوں کے دفاع کی سب سے بڑی ذمہ داری احمدیوں پر عائد ہوتی ہے اور یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں اس کی بناء حضرت اقدس محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث پر

ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ آخری دور میں جب بلائیں اپنی انتہا کو پہنچ جائیں گی تو اس وقت مسیح موعود کی دعائیں ہی ہیں جو اسلام کے دشمنوں سے اسلام کو اور دنیا کو بچائیں گی۔

پس اس پہلو سے یہ رمضان عین وقت پر آیا ہے یعنی جب بلائیں کھل کر سامنے آ چکی ہیں اور کچھ ان کے پس پردہ مخفی ارادے ہیں جو ظاہری ارادوں سے بھی بدتر ہیں لیکن ہمیں اندازہ ہو چکا ہے کہ اس بلا کے پیچھے پیچھے اور بھی بہت سی بلائیں آنے والی ہیں۔ اس وقت ہم رمضان مبارک میں داخل ہو رہے ہیں اور دعاؤں کا خاص موقع ہمیں میسر ہوگا۔ **پس اس رمضان مبارک کو خصوصیت کے ساتھ بنی نوع انسان کے دفاع کا رمضان بنادیں۔ مسلمانوں کے دفاع کا رمضان بنادیں۔ انسانیت کے دفاع کا رمضان بنادیں** اور اسلام کے دفاع کا رمضان بنادیں اور دعا یہ کریں کہ اے خدا! ہم اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اتنی بڑی بڑی طاقتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو خود تو نے پیدا کی ہیں اور جن کی خبر تو نے اصدق الصادقین حضرت اقدس محمد ﷺ کے ذریعے ہمیں 1400 سال پہلے عطا فرمادی تھی۔ پس ہم کمزور ہیں، نہتے ہیں، بے طاقت ہیں اور ہمارے مقابل پر جو طاقتیں ہیں ان کو تو نے ہی اتنی دنیاوی عظمت بخش دی ہے کہ ہم ان کے سامنے بالکل بے بس ہیں، پس تیری ہی طرف ہم جھکتے ہیں، تجھ سے ہی رجوع کرتے ہیں، تجھ سے ہی عاجزانہ دعائیں کرتے ہیں کہ ان پیشگوئیوں کے دوسرے حصوں کو بھی سچا کر دکھا، یعنی مسیح موعودؑ اور آپ کی دعاؤں کی برکتوں سے دنیا کی یہ عظیم طاقتیں اپنے ایسے دنیاوی خزائن کے ذریعے جن کے مقابل پر ہمیں ایک دمڑی کی بھی حیثیت حاصل نہیں دنیا کے ایمان خرید رہی ہیں۔ تو ہی ہے جو اس دنیاوی دولت کے شر سے لوگوں کو بچا۔ یہ اپنے ایسے عظیم ہتھیاروں کے ذریعے جو پہاڑوں کی طرح بلند ہیں اور جن کی ڈھیریاں پہاڑوں کے برابر ہیں اور جن کے اندر ہلاکت کی ایسی طاقتیں ہیں کہ صرف اگر ایٹم بم کو ہی استعمال کیا جائے یعنی ایٹم بم کے ان ذخائر کو استعمال کیا جائے جو امریکہ اور روس میں ہیں تو سائنسدان بتاتے ہیں کہ یہ ساری دنیا بیسیوں مرتبہ ہلاک کی جاسکتی ہے اور ان میں اتنی ہلاکت کی طاقت ہے کہ صرف دنیا میں بسنے والے انسان ہلاک نہیں ہوں گے بلکہ اس دنیا سے زندگی کا نشان تک مٹ سکتا ہے۔ پس یہ دعا کرنی چاہئے

کہ اے خدا! تو نے ان بدبختوں کو دولتیں بھی اتنی دے دیں کہ ان کے مقابل پر سارے عالم اسلام کی مجموعی دولت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور پھر ہتھیار بھی ان کو ایسے عطا فرما دیئے کہ جن میں سے صرف ایک ہتھیار کے ایک حصے کو استعمال کر کے یہ دنیا کی بڑی بڑی قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی اہلیت رکھتے ہیں اور مقابل پر ہمیں احمدیوں کو کھڑا کر دیا ہے جن کے پاس کچھ بھی نہیں جو ایک بہت ہی غریب جماعت ہیں۔لیکن ساتھ ہی ہمیں خوش خبری بھی دی اور یہ خوش خبری دی کہ تمہاری دعاؤں کو میں سنوں گا اور ان دعاؤں کی برکت سے میں بالآخر ان عظیم قوموں کو پارہ پارہ کردوں گا۔ اور آنحضرت ﷺ نے نقشہ یہ کھینچا ہے کہ جس طرح نمک سے برف پگھلتی ہے اس طرح تمام دجالی طاقتیں جو انسانیت اور حق کی دشمن ہیں وہ برف کی طرح پگھل کر غائب ہو جائیں گی جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہیں تھا تو دعاؤں کی طاقت آپ کے پاس ہے۔اس عظمت کو پہچانیں اور یاد رکھیں کہ یہ عظمت انکساری میں ہے۔اس بات کو کبھی نہ بھولیں۔دنیا کی طاقتوں اور مذہبی طاقتوں میں یہ بنیادی فرق ہے کہ دنیا کی طاقتیں تکبر پر منحصر ہوتی ہیں اور مذہبی طاقتیں عجز پر منحصر ہوتی ہیں۔پس دعا میں اتنی زیادہ رفعت پیدا ہوگی جتنا آپ خدا کے حضور جھکیں گے۔دعا میں اتنی ہی زیادہ طاقت پیدا ہوگی جتنا آپ بے طاقتی محسوس کریں گے۔آپ کی بے بسی کے نتیجے میں دعاؤں کو قوتیں عطا ہوں گی۔پس اس مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہوئے اس رمضان سے حتی المقدور فائدہ اٹھائیں اور عاجزی اور انکساری کے ساتھ بے بسی کے عالم میں خدا کے حضور بچھ جائیں کہ اے خدا! ان بڑی بڑی طاقتوں کے شر کے ارادوں کو باطل کر دے اور جو ان کی خیر ہے وہ باقی رکھ۔

ہمیں کسی قوم سے من حیث القوم نفرت کی اجازت نہیں ہے۔نہ نفرت ہمارے خمیر میں داخل فرمائی گئی ہے اس لئے ہم دنیا کی جاہل قوموں کی طرح مغربی طاقتوں کے خلاف نہ دعائیں کر سکتے ہیں نہ نفرت کے جذبے رکھ سکتے ہیں۔ہم شر سے متنفر ہیں اور اپنی دعاؤں کو خصوصیت کے ساتھ شر کے خلاف رکھیں۔قومی اور عصبیتی رنگ میں بعض قوموں کی ہلاکت کی دعائیں نہ کریں۔یہ دعا کریں کہ اے خدا! جو مشرق میں تیرے عاجز بندے ہیں ان کے ساتھ بھی کچھ شر وابستہ ہیں ان

کے شر کو بھی مٹادے اور جو مغرب کی عظیم طاقتیں ہیں جو ساری دنیا پر غالب ہیں ان کے شر کو بھی مٹادے۔ان کا شر اس لئے زیادہ خطرناک ہے کہ طاقتور کا شر ہمیشہ زیادہ خطرناک ہوا کرتا ہے، طاقت ور کا شر زیادہ پھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔طاقت ور کا شر دنیا کی خیر کو مٹادینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔پس ہم یہ نہیں کہتے کہ تیسری دنیا کی قوموں میں شر نہیں ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ مشرق معزز ہے اور مغرب ذلیل ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ اس وقت مغرب میں جو شر پھیلانے کی طاقت ہے ویسی طاقت تاریخ میں کسی قوم کو کبھی عطا نہیں ہوئی اور یہ بات حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ آخری زمانے میں جب دجال ظاہر ہوگا تو اس کا اتنا شر دنیا میں پھیلے گا اور اسے شر پھیلانے کی اتنی طاقت نصیب ہوگی کہ جب سے دنیا بنی ہے خدا کے تمام انبیاء کو دجال کے شر سے ڈرایا گیا اور ان کو بتایا گیا کہ آئندہ زمانے میں ایک شر پھیلانے والی اتنی بڑی قوم بھی دنیا میں ظاہر ہوگی۔

پس کسی عصبیت کے جذبے کی بنا پر نہیں، کسی قومی یا نسلی تفریق کی بنا پر نہیں بلکہ خالصةً ان پیشگوئیوں کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے صحیح نشانے کی دعا کریں ورنہ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ آپ کی دعاؤں میں آپ کی نیتوں کا شر شامل ہو چکا ہو۔قومی عصبیتوں کا شر شامل ہو چکا ہو۔نسلی تفاوت کا شر شامل ہو چکا ہو اور کئی قسم کے ایسے شر ہیں جو مخفی طور پر انسان کی دعاؤں میں لگ جاتے ہیں اور ان کے اندر زہر گھول دیتے ہیں وہ مقبول دعائیں نہیں رہتیں۔پس اس تفصیل سے آپ کو سمجھانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ محض رونے اور گریہ وزاری سے دعائیں قبول نہیں ہوا کرتیں۔دعاؤں کو اپنی مقبولیت کے لئے ایک خاص پاکیزگی اور صحت چاہئے اور جس رنگ میں آنحضرت ﷺ نے دعائیں مانگیں اور دعائیں سکھائیں وہی رنگ اختیار کریں اور اپنے نفس کو اپنے شر سے بھی صاف رکھیں اور ہر قسم کے دوسرے شرور سے بھی پاک کریں اور خالصةً للہ دعا کریں نہ کہ قومی نفرتوں کی بنا پر تو پھر میں یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں ضرور قبول ہوں گی اور یہ عظیم تاریخی دور جس میں ہم داخل ہوئے ہیں اس کا پلہ بالآخر انشاء اللہ اسلام کے حق میں ہوگا اور اسلام کے غالب آنے کی تقدیر تو بہر حال مقدر ہے یعنی نہ مٹنے والی اٹل تقدیر ہے مگر ہماری دعا اور کوشش یہی ہونی چاہئے کہ اس تقدیر کو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ لیں۔

اس کے بعد اب میں واپس اسی مضمون کی طرف آتا ہوں جس کا میں نے ذکر کیا تھا یعنی

سورۂ فاتحہ کے ذریعے نماز میں لذت حاصل کرنا اور سورۂ فاتحہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی صفات کی سیر کرنا اور خدا تعالیٰ سے ایک ذاتی تعلق پیدا کرنا۔ یہ مضمون تو لامتناہی مضمون ہے لیکن ایک دو اور خطبات اس مضمون پر اس لئے دوں گا تا کہ ہر انسان اپنے اپنے ذوق کے مطابق استفادہ کرتے ہوئے پہلے سے بہتر صحت مند نمازیں پڑھ سکے۔ پہلے سے بہتر لذت والی نمازیں پڑھ سکے اور اپنی نمازوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔ میں نے یہ بیان کیا تھا کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الفاتحہ:۲) کے ساتھ جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ چار بنیادی صفات ہیں اور تمام صفات باری تعالیٰ کے لئے یہ ماں کا حکم رکھتی ہیں اور ہر صفت ان میں سے کسی نہ کسی سے پھوٹی ہے یا خاص تعلق رکھتی ہے۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے ایک مرتبہ میں نے دعا کے ذریعے مدد چاہی کہ اللہ تعالیٰ اس کو مجھ پر اور کھول دے تا کہ کوئی ایسا نکتہ میں جماعت کو سمجھا سکوں جس سے ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکے، ورنہ رحمانیت ، رحیمیت ، مالکیت وغیرہ کے اوپر انفرادی طور پر غور کر کے دیگر صفات باری تعالیٰ سے ان کا تعلق تلاش کرنا ایک مشکل اور دقیق مضمون ہے جس پر ہر کسی کو دسترس نہیں، ہر شخص جس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بات سمجھا دی جو آج میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ تمام صفات باری تعالیٰ کا تعلق صرف ربوبیت سے نہیں۔ صرف رحیمیت سے نہیں، رحمانیت سے نہیں ، مالکیت سے نہیں بلکہ سورہ فاتحہ کے اس پہلے بیان سے ہے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ یعنی ربوبیت سے نہیں بلکہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ سے ہے اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے ساتھ ہے اور الرَّحِیۡمِ کے ساتھ اور مٰلِكِ کے ساتھ ہے۔ گویا اسی حمد کے جوڑ کے ساتھ ۔ چنانچہ جب میں نے اس پر غور کیا تو میں حیران رہ گیا کہ صرف اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے مضمون میں وہ تمام صفات بھی بیان ہوگئی ہیں جو ہمیں معلوم ہیں اور وہ تمام صفات بھی اس کے اندر شامل ہوگئی ہیں جو ہمیں معلوم نہیں مگر ہم سے زیادہ عالم لوگوں کو معلوم ہیں یا اس زمانے کو معلوم نہیں آئندہ زمانے کو معلوم ہوں گی۔ اس مضمون کو میں مزید کچھ کھول کر بیان کرتا ہوں تا کہ پھر آپ غور کے ذریعے اس سے مزید استفادہ کر سکیں۔

رب کے بہت سے معانی ہیں۔ اگر پیدا کرنے والا اور پرورش کرنے والا اور ترقی دینے والا اور محبت سے خیال رکھنے والا اور روزمرہ کی ضرورتیں پوری کرنے والا اور کمزوریوں کو دور کرنے

والا اور غیروں کے شر سے بچانے والا اور حفاظت کرنے والا، یہ معنی سامنے رکھیں تو انسانوں میں سے بھی ایسے بہت سے لوگ ہیں اور بہت سے ایسے وجود جانوروں میں سے بھی ہیں جو اپنے اپنے دائرے میں رب کہلا سکتے ہیں۔ مائیں ہیں جو اپنے بچوں کے لئے رب بن جاتی ہیں خواہ وہ انسانی مائیں ہوں یا جانوروں کی دنیا کی مائیں ہوں۔ خواہ وہ ادنیٰ زندگی سے تعلق رکھنے والی مائیں ہوں یا اعلیٰ زندگی سے تعلق رکھنے والی مائیں ہوں ان سب میں ربوبیت کا مضمون پایا جاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تمام صفات کی حامل ہیں۔ پس محض ربوبیت کے نتیجے میں تمام صفات پر حاوی ہونے کا مضمون پیدا نہیں ہوتا اور زبردستی کر کے کوئی انسان کہنا چاہے کہ رب کا معنی ہے: ہر صفت کی ماں، ہر صفت سے ماں والا تعلق رکھنے والا تو یہ درست نہیں ہوگا لیکن جب آپ یہ کہتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو یہ تمام جہانوں کا ایسا رب ہے جس کی ربوبیت میں تمام ''حمد'' شامل ہے اور ''حمد'' کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یعنی ربوبیت کے جتنے بھی جلوے ظاہر ہوئے ہیں ہر جلوے پر انسان کہہ سکتا ہے کہ اس جلوہ افروز ہونے والے رب میں تمام صفات حسنہ پائی جاتی ہیں اور حمد پائی جاتی ہے۔

پس ایسی ربوبیت جس میں کوئی نقص نہ رہا ہو اور ایسی ربوبیت جو اپنی حمد کی وجہ سے بعض اور صفات کی متقاضی ہو جائے اس کی بے شمار مثالیں ہیں، ایک مثال دیتا ہوں۔ آپ ایک ٹیلی ویژن کا سیٹ دیکھ لیں۔ اس ٹیلی ویژن کے سیٹ میں آپ مختلف ممالک سے آنے والی تصویریں بھی دیکھ سکتے ہیں اور ایک ملک میں دکھائی دینے والی تصویریں بھی دیکھ سکتے ہیں، یہ اس بات پر منحصر ہے کہ وہ سیٹ کس طاقت کا ہے اور کس قسم کا ہے۔ پھر اچھی تصویریں بھی دیکھ سکتے ہیں، بری بھی، شور والی بھی، کم شور والی بھی، شور کے ساتھ بھی اور رنگ بھی مختلف دیکھ سکتے ہیں اور پھر اپنی مرضی سے جب چاہیں اس ٹیلی ویژن کا تعلق جس ملک سے چاہیں فوراً کر لیں اور پھر بعض دفعہ یہ کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے جو چاہیں اس سے کروالیں تو ٹیلی ویژن کا ایک سیٹ ہے جس کی یہ عام صفات آپ کو معلوم ہیں کہ بڑی اچھی صفات ہیں لیکن بہت کم لوگ یہ غور کرتے ہیں کہ ٹیلی ویژن بنانے کے لئے کتنے علم کی ضرورت ہے اور کتنے مختلف قسم کے علوم کی ضرورت ہے اور صنعت وحرفت میں کس کس چیز پر کمال کی ضرورت ہے اور اس کے ہر پرزے کے لئے انسانی علم کے کتنے وسیع

ذخیرے کی ضرورت ہے۔ یعنی انسانی علم تو وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا چلا جاتا ہے لیکن محض ایک وقت کا علم کافی نہیں ہوا کرتا۔ ترقی کرنے کے بعد اس علم کی ساری تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے اور اس کا جو مجموعہ ہے وہ یہ ہے جو باقی گزشتہ علوم کے مراحل پر فضیلت رکھتا ہے۔ پس ایک ٹیلی ویژن میں اگر کوئی سلیکان چپ Silicon Chip استعمال ہوا ہے جس کے اندر بہت سے پیغامات بھر دیئے گئے ہیں تا کہ ٹیلی ویژن اس کے ذریعہ سے زیادہ اچھا کام کرے تو سلیکان چپ کو پیدا کرنے کے لئے جتنی صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور جتنے علوم کی ضرورت ہے وہ سینکڑوں سال کے علوم کا مجموعہ ہے اور صنعت وحرفت کے لحاظ سے جتنی مہارت کی ضرورت ہے وہ بھی ایک لمبے دور کے مجموعے کا نام ہے اور پھر ایک وقت میں ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔ ایک وقت کے مختلف انسانوں اور مختلف قوموں کے انسانوں کی اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے پس ایک ٹیلی ویژن بنانے والا ایک شخص تو ہو نہیں سکتا لیکن انسانوں کا وہ مجموعہ جس نے ٹیلی ویژن بنایا اس کے پیچھے اور بہت سے انسانوں کے مجموعے قطار در قطار آپ کو دکھائی دیں گے اور ان سب کے علوم کا اور ان سب کی مہارتوں کا آخری خلاصہ اس ٹیلی ویژن کی شکل میں آپ دیکھ رہے ہیں جس کے متعلق آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس وقت موجود ٹیلی ویژنز میں سے دنیا کا بہترین ٹیلی ویژن ہے۔ جتنا اچھا ٹیلی ویژن ہوگا اتنا ہی زیادہ صاحب علم لوگوں کی ضرورت ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ صاحب فن لوگوں کی ضرورت ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ وسائل پر اختیار رکھنے کی ضرورت ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ سرمائے کی ضرورت ہوگی۔ غرضیکہ یہ کہ ایک ٹیلی ویژن کے ساتھ متعلق انسانوں کا ایک ہجوم دکھائی دے گا بلکہ لاکھوں کروڑوں انسان ہیں جنہوں نے مختلف وقتوں میں کچھ نہ کچھ اس کی تعمیر میں حصہ لیا ہے خواہ وہ مر چکے ہیں اور اتنے علوم اس کے لئے درکار ہیں کہ عام انسان ان کی فہرست بھی پیش نہیں کر سکتا۔ اگر فہرست اس کے سامنے پڑھی جائے تو وہ سمجھ نہیں سکتا کہ یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اب شرط یہ ہے کہ وہ ٹیلی ویژن کامل ہو اور اس کو دیکھ کر حمد کا یہ مضمون انسان کے ذہن میں ابھرے۔

پس اس ٹیلی ویژن کے اوپر آپ جتنا زیادہ کہہ سکتے ہوں کہ کیا کہنے ہیں اس ٹیلی ویژن کے؟ تمام حمد اس کے لئے ہے تو اتنا ہی زیادہ اس کے خالق کے لئے یا وہ تمام وجود جنہوں نے اس کی خلق میں حصہ لیا ہے ان سب کے لئے حمد کا مضمون ثابت آئے گا لیکن ٹیلی ویژن میں جو حمد جمع ہوئی

ہے وہ کسی ایک شخص کے لئے نہیں ہوسکتی، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مختلف زمانوں میں پھیلے ہوئے علوم میں محنتیں کرنے والے بے شمار انسان ہیں جنہوں نے اس کو بنانے میں حصہ لیا ہے اور اس وقت اس دنیا میں بھی جس کارخانے میں وہ بنا، ٹیلی ویژن کی ساری ضرورتیں اس کارخانے میں پوری نہیں ہوئیں بلکہ دنیا کے مختلف کارخانوں سے کچھ پرزے حاصل کئے گئے، کچھ ٹیکنالوجی عاریۃً لی گئی، کوئی اور مدد حاصل کی گئی تو اس کی تعریف ٹیلی ویژن میں تو مجتمع ہوئی لیکن بنانے والوں کے لحاظ سے منتشر ہوگئی اور بے شمار انسانوں کے حصے میں آئی اور مختلف زمانوں کے حصے میں آئی۔

خدا تعالیٰ کے متعلق جب ہم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے ہیں تو اس کی تخلیق کی ہر صنعت کی ہر خوبی بہت سے علوم کا تقاضا کر رہی ہے، بہت سی صفات کا تقاضا کر رہی ہے اور خدا کی صنعت پر واقعۃً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ واقعۃً ہر تعریف کے لائق وہ ذات ہے جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔ پس صرف اس وقت کی تعریف نہیں بلکہ ان تمام زمانوں کی تعریف ہے جن زمانوں کی طرف الْعٰلَمِيْنَ کا لفظ اشارہ کر رہا ہے اور اس تمام کائنات کے ہر ذرے میں موجود صفات کی تعریف جن کی طرف لفظ الْعٰلَمِيْنَ اشارے کر رہا ہے، یہ مجتمع ہو کر پھر بکھرتی نہیں بلکہ ایک ذات میں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور وہ ذات اللہ ہے تو اگر آپ صرف ایک جانور کو اپنے پیش نظر رکھ لیں اور اس کی تخلیق کے مختلف مراحل میں مختلف قسم کے جتنے علوم کی ضرورت پیش آسکتی ہے اور جتنی مختلف صفات کی ضرورت پیش آسکتی ہے کہ جن صفات کے بغیر وہ چیز بن نہیں سکتی۔ اور اسی طرح ہر وہ چیز جس پر آپ نظر ڈالیں اور گہری نظر ڈالیں وہ قابل تعریف دکھائی دے تو اس کے بنانے والے کی ہر صفت قابل تعریف ہو جائے گی کیونکہ وہ وجود ان تمام صفات کی جلوہ گری کا ایک آخری مظہر ہے یعنی آخری صورت میں ظاہر ہونے والا منظر ہے جو آپ کو دکھائی دے رہا ہے۔

پس خدا تعالیٰ کے لئے جب ہم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے ہیں تو دنیا کے ہر مشاہدے میں آپ کو خدا تعالیٰ کی ایک صفت کی بجائے بیسیوں بلکہ سینکڑوں بلکہ جتنا آپ کا علم بڑھتا چلا جائے گا اتنی ہی زیادہ صفات دکھائی دینے لگیں گی اور ہر صفت کا منبع اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نظر آئے گا۔ اس مضمون پر جب میں نے غور کیا تو یوں کہنا چاہئے کہ عقل بالکل حیران وششدر رہ گئی۔ یوں لگتا تھا کہ انسان عالم حیرت میں غرق ہو گیا ہے۔ کائنات کے کسی ذرے میں آپ

ڈوب کر دیکھیں تو پہلے ایک خدا دکھائی دے گا، پھر اس ایک خدا کے مختلف جلوے دکھائی دیں گے اور اس کی صفات بڑھتی رہیں گی مگر مرکز ہمیشہ وہی ایک ذات رہے گی۔ انتشار صفات کا ہے ذات کا نہیں اور اس ذات سے تعلق رکھنے والی ساری صفات ہیں۔ اس مضمون کو سمجھنے والی چابی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں ہے یعنی اس رب کو ہر صفت لائق اور زیب ہے جس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا اور تمام جہانوں کی پرورش کی۔ پس الْعٰلَمِيْنَ کا ہر وہ ذرہ خدا کی طرف اشارے کر رہا ہے اور ایک ذات کی طرف اشارہ کرنے کے باوجود اس کی تمام صفات کی طرف بھی اشارے کر رہا ہے۔

یہ وہ پہلو ہے جس پہلو سے خدا تعالیٰ کا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا جملہ یا بیان واقعۃً بغیر کسی تردد کے، بغیر کسی تصنع کے خدا تعالیٰ کی تمام صفات کی طرف انگلیاں اٹھا رہا ہے لیکن اس ضمن میں ایک احتیاط کی بھی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس رنگ میں حمد کا مضمون بیان ہوا ہے اس کا مطالعہ کریں اور غور سے یہ بات دیکھیں کہ جہاں جہاں بھی قرآن کریم نے حمد کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں خدا کی صفات کو سمجھنے کی کھڑکیاں کھولی گئی ہیں اور ہر کھڑکی ذات کے الگ جلوے دکھا رہی ہے اور اس مضمون کو کھولتی چلی جاتی ہے۔ پس بجائے اس کے کہ اپنے ذوقی نکتوں کے ذریعے آپ اس مضمون کو سمجھنے کی کوشش کریں قرآن کریم نے خود جو کھڑکیاں کھولی ہیں، جو روزن ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں ان سے خدا تعالیٰ کی صفات کا معائنہ کریں تو کسی قسم کی غلطی نہیں کریں گے۔ میں نے کہا تھا کہ خدا ظالم نہیں ہے اس کے باوجود سزا کا مضمون ملتا ہے۔ رب العالمین، رحمان، رحیم، مالک کا ذکر ہے۔ غضب ناک خدا کا کوئی ذکر نہیں، اس کے باوجود سورۂ فاتحہ ختم ہونے سے پیشتر ہی ہمیں الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کا مضمون نظر آ جاتا ہے تو پھر ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ ان سب کا تعلق اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے ہے اور یہ مضمون آپ کو قرآن کریم کی مدد سے سمجھ آئے گا اس لئے جب قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور خصوصیت کے ساتھ جہاں تسبیح کا مضمون ہو اور حمد کا مضمون بیان ہو وہاں غور کریں اور ٹھہریں اور پھر آپ دیکھیں کہ اس کھڑکی سے آپ کو اور کیا دکھائی دیتا ہے تو وہاں آپ کو بہت سی صفات باری تعالیٰ دکھائی دینے لگیں گی۔ اس کی ایک دو مثالیں میں نے مضمون کھولنے کی خاطر چنی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:۴۶) وہ قومیں جنہوں نے ظلم کئے ان کو جڑوں سے اکھیڑ پھینک دیا گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ خدا کو ہر حمد زیبا ہے۔ ہر حمد اسی کی ہے۔ اسی کا حق ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

اگر ظلم کرنے والے کی جڑیں نہ کاٹ دی جائیں تو خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ کے ہر جلوے کی جڑیں کاٹی جائیں اور دنیا سے حسن ناپید ہو جائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس کے ساتھ بیان کر کے یہ فرما دیا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کو ہر حمد واجب ہے۔ ہر حمد اسی کا حق ہے اس کو زیبا ہے، اسی کی شان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی چیزوں کا نگران بھی ہے اور ایسی چیزوں کو جو بعض خوبیوں کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، ایسی چیزوں کو جو حسن کو ناپید کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، جو بدی کو پھیلانے کی طاقت رکھتی ہیں ان کو ناپید کرنے کا کام بھی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا ہے اور اسی کو زیبا ہے اور اس کے لئے واجب ہے کہ ایسا کرے۔

پس صفات باری تعالیٰ خواہ وہ غضب کی صفات ہوں یا ناراضگی کی صفات ہوں یا ظاہراً بھی رحم وشفقت کی صفات ہوں، وہ درحقیقت رحمت اور شفقت کی ہی صفات ہیں اور ربوبیت کی ہی صفات ہیں۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے: وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (الرعد:۱۴) کہ ''رعد'' اس کی حمد کر رہی ہے یعنی بجلی کے کڑکے جو آپ بادلوں میں دیکھتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی حمد بیان کر رہے ہیں۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اور ملائکہ بھی حمد کر رہے ہیں مگر اس کے خوف سے، اس کے ڈر سے۔ اب اگر آپ بجلی کو دیکھیں تو ایک سادہ انسان جس کو دنیا کا کوئی بھی علم نہیں ہے وہ بھی اس سے مرعوب ضرور ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ بجلی کے کڑکے کا ایک ایسا ہیبت ناک جلوہ ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے انسان کا پتہ پانی ہو جاتا اور دل لرزنے لگتا ہے۔ اگر انسان واقعی ایسے طوفان میں گھر جائے جس کے سائنسی اصطلاح میں بعض خاص نام رکھے گئے ہیں مگر اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ بعض طوفان ایسی خوفناک برقی طاقتوں پر مشتمل ہوتے ہیں کہ آناً فاناً وہ بڑے بڑے شہروں کو بھسم کر سکتے ہیں اور ایک ایٹم بم کی طاقت سے بھی کئی گنا زیادہ طاقتیں ان کے اندر ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کا تعلق خوف سے بھی ہے۔ چنانچہ جب آپ پہلی سادہ نظر میں ایک طوفان کو، بجلی کو اور خصوصاً بجلی کے کڑکوں کو دیکھتے ہیں تو آپ کا دل خائف ہو جاتا ہے

اور آپ خوف کی وجہ سے خدا کی حمد شروع کر دیتے ہیں۔ یہ مضمون تو سمجھ آ گیا۔ خوف اس بات کا کہ بجلی خیر چھوڑ جائے اور اس کے شر سے ہم محفوظ رہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے نیک وجود ہیں ان کو بھی ملائکہ کے نام سے موسوم فرمایا گیا اور ملائکہ کے طور پر ان کا بھی ذکر کیا گیا، وہ بجلی کو دیکھ کر اس بات کی حمد کرتے ہیں کہ اے خدا! سب طاقتیں تجھ کو ہیں۔ بدی سے شر بھی نکال سکتا ہے، شر سے بدی بھی پیدا کر سکتا ہے۔ بادل جو رحمت کا پانی لیکر آئے ہیں اور ان کے ساتھ بجلی کے کڑکے بھی لگے ہوئے ہیں لیکن ان بجلی کے کڑکوں سے بھی تو خیر پیدا کر سکتا ہے۔ پس ہم تیرے حضور عاجزی اختیار کرتے ہوئے، تیرے حضور تذلل اختیار کرتے ہوئے تیری حمد کے گیت گاتے ہیں۔ ہمیں ہر چیز میں تیرا حسن دکھائی دے رہا ہے۔

یہاں خِیۡفَتِہٖ کے ساتھ حسن کے مضمون کو باندھ دیا گیا یعنی صرف بجلی کا خوف نہیں ہے۔ بجلی کے خوف پر جب غور ہوا تو پتہ لگا کہ اس کے اندر بہت سے حسن چھپے ہوئے ہیں۔ بہت سی خوبیاں چھپی ہوئی ہیں۔ یہ مضمون غور کرنے کے بعد اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ خدا کی تخلیق میں، ہر چیز میں حمد ہی حمد ہے تو بجلی سے پہلے خوف پیدا ہوا اور انسان ڈر گیا اور لرزنے لگا۔ پھر مزید غور کیا تو اس کو پتا چلا کہ خدا محض ڈرانے والی باتیں تو نہیں کیا کرتا، محض ہلاکت پیدا کرنے والی چیزیں تو نہیں پیدا کیا کرتا، اگر کوئی ایسی چیز ہمیں دکھائی دیتی ہے تو اس کے اندر ضرور کوئی چھپی ہوئی خیر ہے اور اس کی خیر اس کے ظاہری شر پر یقیناً غالب ہے۔ اس مضمون کو وہ تفصیل سے خواہ نہ بھی سمجھ رہا ہو لیکن اگر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے مضمون کو سمجھتا ہے تو لازماً اس کے دل میں بجلی کے کڑکوں کو دیکھ کر بھی خوف کے بعد حمد کا مضمون پیدا ہوگا اور وہ من جملہ اس حقیقت کا اعتراف کرے گا کہ خدا کے ہر جلوے میں حسن ہے خواہ وہ جلوہ بظاہر ایک نہایت ہی خوفناک منظر پیدا کر رہا ہو۔ ایک دل ڈرانے والا اور ہول پیدا کرنے والا جلوہ دکھائی دیتا ہو اس کے اندر حمد ضرور ہے۔

اب آپ مزید غور کریں کہ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے وہ بجلی کے مضمون پر غور کریں تو ان کی حمد نسبتاً زیادہ حمد کی مستحق حمد ہوگی۔ یہ مضمون بیان کرنا ذرا مشکل تھا۔ اس لئے مجھے سمجھانے میں وقت لگا۔ حمد تو ہر حالت میں خدا ہی کو واجب ہے، اس میں تو کوئی شک نہیں لیکن کس حد تک ہمیں علم ہے کہ وہ حمد کا مستحق ہے۔ یہ مضمون اس کی حمد میں مزید وسعت پیدا کر دیتا ہے پس بجلی کو

دیکھنے والا ایک سادہ لوح زمین دار یا ایک بچہ بھی کچھ نہ کچھ اس سے مرعوب ہو کر خدا کی حمد کے گیت گا سکتا ہے اور ان ہی معنوں میں گا سکتا ہے کہ اچھا اور کچھ نہیں تو اے خدا! تو ہی اس بجلی کا مالک ہے مجھے بچا لے اور یہی میری حمد ہے۔ لیکن جتنا زیادہ علم بڑھے گا۔ اتنا زیادہ زیادہ بجلی سے تعلق رکھنے والا حمد کا مضمون بھی پھیلتا چلا جائے گا۔ اب دنیا کے سائنس دانوں نے بجلی پر جو غور کیا ہے تو ایک بات اس میں بڑی قطعی ہے جو عام لوگوں کو معلوم نہیں کہ بجلی کے بغیر پانی برس ہی نہیں سکتا۔ پس ایک سادہ لوح بے علم آدمی کی حمد بھی اپنی توفیق کے مطابق چونکہ حمد کے جذبے سے بیان کی گئی ہے اس لئے خدا کو مقبول ہوگی لیکن اس کی حمد میں وہ لذت نہیں پیدا ہو سکتی جو لذت اس مضمون کا علم رکھنے والے کی حمد میں ہوگی اگر اس کو خدا سے تعلق ہو۔

یہ پانی جو بخارات بن کر آسمان پر چلا جاتا ہے، اگر بجلی نہ ہوتی تو یہ کبھی پانی بن کر دوبارہ زمین پر واپس نہ آتا۔ یہ بجلی کے کڑکے ہیں جو پانی کے باریک ذرات کو مجتمع کر دیتے ہیں اور بھاری بنا دیتے ہیں اور پھر وہ پانی ''ودق'' کی طرح نیچے گرنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ویسا ہی ہے جیسے بجلی سے انسان مر جاتے ہیں۔ اس لئے وہ مرتے ہیں کہ ان کے خون میں جو لٹکے ہوئے ذرات ہیں وہ بجلی کے گزرنے سے مجتمع ہو کر Clots بن جاتے ہیں اور تبھی بجلی لگے ہوئے انسان کا رنگ کالا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خون جم کر سیاہ ہو جاتا ہے تو پانی جمانے کے لئے بھی بجلی چاہئے اور وہ باریک ذرے جو ہمیشہ ہوا میں معلق رہ جاتے ہیں یہ بجلی کے کڑکے ہی ہیں جو انہیں اکٹھا کرتے ہیں اور پھر وہ بھاری ہو کر زمین پر گرنا شروع ہو جاتے ہیں تو الرَّعۡدُ کی پھر یہ تعریف ہے۔ فرشتوں نے تو اپنے طور پر تعریف کی لیکن مضمون کی گہرائی میں نہیں اتر سکے۔ الرَّعۡدُ خود جانتی ہے کہ میں کیا چیز ہوں فرمایا:۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِهٖ بجلی کا ہر کڑکا اپنے رب کی حمد کر رہا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ بھی فرشتوں کی طرح اچھے کاموں پر مامور ہے۔ اور اس کے نتیجے میں بہت سے بنی نوع انسان کو فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔

پھر اس مضمون پر آپ مزید غور کریں تو یہ معلوم کر کے آپ حیران ہوں گے کہ دنیا کی زرخیزی کا براہ راست بجلی سے تعلق ہے۔ پس ایک سادہ لوح انسان، کم علم انسان تعریف تو کرتا ہے لیکن اس کی تعریف میں ڈر زیادہ شامل ہوتا ہے، بجلی کا رعب زیادہ شامل ہوتا ہے۔ حقیقت کا علم اس

کو نہیں ہوتا لیکن بجلی خود اپنی حقیقت کو ان معنوں میں جانتی ہے کہ جس طرح انسان خود اپنے نفس کو جانتا ہے، اسی طرح کارخانہ قدرت بھی خود اپنے آپ کو جانتا ہے لیکن اس میں ایک اور بات داخل ہے کہ ہوا میں جو نائیٹروجن پائی جاتی ہے، یہ نائیٹروجن روئیدگی کے لئے بڑی ضروری ہے اور جتنے بھی کھیتوں میں مختلف قسم کے کیمیاء زرخیزی بڑھانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ Artificial Fertilizers یا مختلف قسم کے گلنے سڑنے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی کھادیں ہوں ان سب میں جزو اعظم نائیٹروجن ہوتی ہے۔ اب فضا میں جو نائیٹروجن تحلیل ہو کر ہمارے ہاتھوں سے یا نباتات کے ہاتھوں سے نکل چکی ہوتی ہے اسے دوبارہ زمین میں لانے کے لئے بجلی کے کڑکے ضروری ہیں چنانچہ وہ پانی جو آسمان سے برستا ہے۔ بجلی صرف اس پانی کو بنانے کا کام نہیں دے رہی ہوتی بلکہ اس میں نائیٹروجن تحلیل کرنے کا کام بھی دے رہی ہوتی ہے۔ آسمان پر یہ کارخانہ بھی ساتھ لگا ہوا ہے کہ اگر غذا ساتھ نہ ہو تو خالی پانی کا کیا فائدہ؟ تو آسمان سے جو پانی برستا ہے وہ اپنی غذا بھی ساتھ لے کے آتا ہے، تبھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ دس پانی کنویں کے دیں مگر آسمان سے برسنے والا ایک پانی کھیت کی جو حالتیں بدلتا ہے اور اس میں جو ایک نئی تازگی پیدا کر دیتا ہے اس پر دونوں کا آپس میں مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ یعنی زمینی پانی اس میں کوئی شک نہیں، کہ فائدہ ضرور دیتا ہے۔ بعض جگہوں کے پانی زرخیز بھی ہوتے ہیں لیکن بارش کے ذریعے اگر نائیٹروجن دوبارہ زمین کو نہ ملتی تو یہ زمین اب تک ویرانہ ہو چکی ہوتی۔ بجلی کے کڑکوں کے ذریعہ اتنی زیادہ نائیٹروجن بنتی ہے کہ بعض سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ساری دنیا میں جو کارخانے نائیٹروجن بنا رہے ہوتے ہیں ان سے کہیں زیادہ نائیٹروجن بجلی کے کڑکوں کے ذریعے ایک دن میں بنتی ہے اور پھر پانی میں تحلیل ہو کر دوبارہ مٹی کو ملتی ہے، تو اب دیکھ لیں وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ میں کیسا عجیب ایک اور مضمون داخل ہو گیا۔ عام آدمی سمجھتا ہے کہ یہ جلانے کیلئے یا ہلاک کرنے کے لئے ہے۔ غور کیا تو پتا چلا کہ یہ جلانے اور ہلاک کرنے کے لئے نہیں بلکہ یہ روئیدگی پیدا کرنے کے لئے اور بڑھانے کے لئے اور نشو ونما کی خاطر ہے۔ پس اس کی ہلاکت بھی معنی رکھتی ہے اور وہ بھی فائدے ہی کے لئے ہے مگر یہ ایک Ecosystem کا مضمون ہے جس کو تفصیل سے یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس کا جو حصہ جلانے کے کام آتا ہے وہ بھی عظیم تر فوائد کی خاطر ہے۔

یہ تو زندگی کو سہارا دینے کا مضمون ہے یعنی ربوبیت کا وہ مضمون جو زندگی پیدا ہونے کے بعد جاری ہوتا ہے۔ پس یُسَبِّحُ الرَّعْدُ میں دیکھیں خدا تعالیٰ نے کیا کیا باتیں ہمیں دکھائیں لیکن اس کا تعلق زندگی کے آغاز سے بھی ہے۔ وہ تمام سائنس دان جنہوں نے زندگی کی پیدائش پر غور کیا ہے اور دنیا میں لاکھوں سائنس دان ہیں جن کے دن رات اس بات پر وقف ہیں وہ معمہ حل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں کہ زندگی کا آغاز کیسے ہوا تھا۔ اس بات پر وہ سب بہر حال متفق ہو چکے ہیں کہ اگر غیر معمولی طور پر طاقتور آسمانی بجلیاں سمندری پانیوں پر نہ گرتیں تو زندگی کا وہ مادہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا تھا جس سے آگے زندگی نے وجود پکڑنا تھا۔ وہ اینٹیں نہیں بن سکتی تھیں جن سے زندگی نے تعمیر ہونا تھا۔ پس یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ کا مضمون صرف موجودہ زمانے سے نہیں آئندہ زمانوں سے نہیں بلکہ ابتدائے آفرینش سے بھی ہے یعنی ابھی زندگی وجود میں ہی نہیں آئی تھی تو بجلی گویا ہم پر ہنس رہی تھی کہ بے وقوفو! تم مجھے سمجھا کرو گے کہ میں تو جلانے اور ہلاک کرنے والی چیز ہوں حالانکہ میری وجہ سے زندگی کا آغاز ہوا ہے۔ مجھے خدا نے تمہیں پیدا کرنے کے لئے اور کائنات میں ہر قسم کی زندگی کی صورتیں پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ تو دیکھیں، اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے۔ صرف ایک آیت کے ایک حصے پر کچھ غور کریں تو آپ کو خدا تعالیٰ کی کتنی صفات دکھائی دیں گی اور پھر انسان بعض دفعہ یہ سوچتا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ سورۂ فاتحہ میں خدا تعالیٰ کی ننانوے صفات کا ذکر ہو حالانکہ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ میں جن علوم کی طرف اشارہ ہے، جن صفات حسنہ کی طرف اشارہ ہے، جن کے بغیر یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ کا مضمون پیدا ہی نہیں ہوتا وہی ننانوے سے زیادہ ہیں بلکہ اگر آپ غور کریں تو ننانوے ہزار 99000 سے بھی زیادہ دکھائی دیں گی۔

پس یہ سورۃ فاتحہ ہے جس کو آپ غور سے سمجھنے کی کوشش کریں اور اس مضمون کو اپنے دل پر جاری کریں، اس میں ڈوبنے کی کوشش کریں، اسے کشتی بنائیں اور اس میں ذات باری تعالیٰ کی سیر کریں تو یہ وہ سفینہ ہے جو ایک بے کنار سمندر میں ہمیشہ ہمیش کے لئے سفر کرتا رہے گا اور کبھی آپ کو کوئی کنارہ دکھائی نہیں دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ جیسی نعمت جس قوم کو عطا فرمادی ہو وہ بہر حال یہ نہیں کہہ سکتی کہ اے خدا! عبادت تو تو نے فرض کر دی اور کم سے کم پانچ وقت روزانہ کے لئے فرض کر دی لیکن ہمیں یہ نہ بتایا کہ اس عبادت کو کس طرح لذت سے بھریں، کیونکہ سورۂ فاتحہ نے سب

کچھ سکھایا ہوا ہے اور یہ تو بہت محدود سا ذکر ہے۔ بے شمار ایسے راز ہیں جو سورۂ فاتحہ میں خزانوں کی طرح دفن ہیں۔ آپ ان کو پاتے چلے جائیں، ان پر غور کرتے چلے جائیں خدا ان کو ظاہر فرماتا چلا جائے گا۔ ہم اپنے غور سے نہیں پاسکتے مگر دل کو جتنا پاک کرتے چلے جائیں گے اللہ تعالیٰ خود آپ پر یہ مضامین ظاہر فرماتا چلا جائے گا۔

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ:۸۰) کے مضمون کو پیش نظر رکھیں کہ سوائے ان لوگوں کے جن کو خدا پاک کر دیتا ہے کوئی قرآن کریم کے مضامین کو چھو نہیں سکتا۔ پس کسی چالاکی کی ضرورت نہیں ہے۔ انسانی ذہن مختلف قسم کے ہیں۔ کوئی زیادہ قابل، کوئی کم قابل کوئی زیادہ عالم، کوئی کم عالم لیکن سورہ فاتحہ کے مضمون کو سمجھنے کے لئے دل کے پاک ہونے کی ضرورت ہے اور دل کلیۃً پاک ہو نہیں سکتا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ پاک کرے اور جتنا پاک کرے وہی کرے۔ تو قرآن کریم نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کہ صرف پاک لوگ اس کتاب کے مضمون کو چھو سکتے ہیں بلکہ فرمایا لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ وہی لوگ اس کے مضمون کو چھو سکتے ہیں جنہیں پاک کیا جاتا ہے اور پاک کرنے والا خود خدا ہے۔

پس جتنا آپ سورہ فاتحہ کے مضمون پر غور کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے، تان اس بات پر ٹوٹے گی کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے خدا! ہم نے خوب سیر کی، خوب لطف اٹھائے لیکن بہت کچھ دیکھنا باقی ہے اور جو کچھ دیکھا اس سے فائدہ اٹھانا باقی ہے۔ اسے مستقلاً اپنے وجود کا حصہ بنالینا باقی ہے۔ پس اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔

پھر مختلف نظاروں کے ساتھ ہی نہیں، مختلف اوقات کے ساتھ بھی سورۂ فاتحہ کا مضمون بدلتا چلا جاتا ہے اور خدا کی حمد مختلف صورتوں میں ہمارے سامنے ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (طٰہٰ:۱۳۱) کہ اللہ کی حمد، اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کیا کرو۔ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے۔ یہ دو مختلف بدلتی ہوئی حالتیں ہیں، ان سب کا تعلق ربوبیت کے ساتھ ہے کہ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ فرمایا۔ اس مضمون کو بھی سائنس دانوں نے جتنا کھنگالا ہے اُتنا ہی اس کے پیچھے

ان کو عظیم معرفتوں کے خزانے دکھائی دیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورج کا نکلنا اور سورج کا غروب ہونا اور وہ نظام جس کے ساتھ سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کا تعلق ہے، یہ زندگی کی Support کے لئے اور زندگی کو یہاں قائم رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اگر سورج کا یہ نکلنا اور غروب ہونا نہ ہوتا تو اس کرۂ ارض پر زندگی پیدا ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ زندگی پیدا ہو بھی جاتی تو مر جاتی اور اس کے باقی رہنے کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا۔

اب یہ جو فرمایا کہ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا تو اس میں غور کرنے کی کھڑکیاں ہمارے سامنے کھول دیں۔ فرمایا کہ موسموں کے بدلنے پر غور کرو۔ دن اور رات کے بدلنے پر غور کرو۔ ان کی بدلتی ہوئی نسبتوں پر غور کرو اور یہ معلوم کرو کہ سورج نکلنے سے پہلے پہلے وہ کیا تغیرات برپا ہو رہے ہوتے ہیں جو ربوبیت کے جلوے تم تک پہنچانے میں مددگار ہوتے ہیں یا جن کے ذریعے ربوبیت اس دنیا میں جلوہ گر ہوتی ہے اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے کون سے تغیرات لازم ہوتے ہیں جو سورج کو غروب کرنے پر مجبور کرتے ہیں ورنہ زندگی اس دنیا میں باقی نہ رہ سکتی اور ربوبیت کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ پس سورج کے طلوع سے بھی ربوبیت کا تعلق ہے اور سورج کے غروب سے بھی ربوبیت کا تعلق ہے اور وقت کے بدلنے کے ساتھ ربوبیت مختلف رنگ میں جلوہ گر ہے۔ اب جیسا کہ میں نے اشارۃً آپ کو بتا دیا ہے کہ سائنس دانوں نے اس مسئلے پر بھی غور کیا ہے اور تمام دنیا کے سائنس دان جو اس مضمون سے تعلق رکھتے ہیں، اس بات پر متفق ہیں کہ موسموں کے ادلنے بدلنے اور دن کے ادلنے بدلنے کا زندگی کے ساتھ اتنا گہرا رابطہ ہے اور زندگی کے قائم رہنے اور اس کی ترقی کے ساتھ اتنا گہرا رابطہ ہے کہ اس میں اگر آپ تھوڑا سا تغیر و تبدل بھی کر دیں تو یہ رابطے ٹوٹ جائیں اور یہ کرہ ارض جس پر ہم بستے ہیں یہ زندگی کے بسانے کے لائق نہ رہے۔

پس اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں ان تمام صفات حسنہ کا بھی ذکر آ گیا جن کا موسموں کے تغیر و تبدل سے تعلق ہے اور موسموں کے تغیر و تبدل کے ساتھ بہت گہرے مضامین وابستہ ہیں۔ بے شمار صفات کا اس سے تعلق ہے تو اپنے علم کے مطابق ہم ربوبیت کے نئے مضامین پر اطلاع پا سکتے ہیں اور جتنا ہم علم بڑھائیں گے اتنا ہی زیادہ ہم دنیا میں خدا تعالیٰ کی سیر کریں گے۔

''سیر فی اللہ'' جو صوفیوں کی اصطلاح ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی ذات میں سیر

کرو ۔ باہر کی سیر تو ایک سیر ہوتی ہی ہے ۔لیکن اس سیر کا فائدہ کوئی نہیں۔ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ (الانعام:۱۲) کا کوئی فائدہ نہیں اگر انسان ''سیر فی اللہ'' کے لائق نہ بن سکے۔ پس دنیا کی سیر کریں لیکن مزے خدا کے اٹھائیں۔ اگر دنیا کی سیر کر کے دنیا ہی کے مزے اٹھا کر رہ جائیں گے تو آپ کی ساری زندگی بے کار جائے گی۔ یہ وہ مضمون ہے جو سورۂ فاتحہ ہمیں سکھاتی ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اپنی نماز میں آپ سورۂ فاتحہ کے اس پہلے جزو پر ہی غور کرنا شروع کریں تو ساری زندگی کی نمازیں لذت سے بھر سکتی ہیں اور آپ اس مضمون پر عبور نہیں حاصل کر سکتے۔ یہ مضمون ہمیشہ آپ پر غالب رہے گا۔

چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اس کا دوسرا حصہ انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں بیان کرونگا۔ ہاں خطبہ ختم کرتے ہوئے میں بتادوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف ممالک کو براہ راست خطبہ سننے کا شوق پیدا ہو رہا ہے اور اس سے کافی استفادہ بھی کر رہے ہیں۔ پہلے بھی میں نے بعض دفعہ ان ممالک کے نام بیان کئے ہیں درمیان میں وہ فہرست میرے سامنے نہیں رکھی گئی اس لئے میں ذکر نہیں کر سکا۔ جن لوگوں نے کافی محنت کر کے اور خرچ کر کے براہ راست خطبے میں شامل ہونے کا انتظام کیا ہے وہ اگر میری زبان سے یہ سنیں کہ میں جانتا ہوں آپ خطبہ سن رہے ہیں تو ان کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ پھر وہ خوش ہو کر خط بھی لکھتے ہیں کہ جب آپ نے ہمارا نام لیا تو بڑا مزا آیا۔ پس یہ ان کا حق ہے۔ اس لئے میں ان کے نام لے دیتا ہوں لیکن ہمیشہ نہیں لے سکوں گا۔

اب رمضان کا مہینہ آ رہا ہے تو ان کو بھی آپ دعاؤں میں یاد رکھیں جنہوں نے آج کے زمانے سے اس طرح استفادہ کیا کہ دنیا تو گندی فلمیں دیکھنے کیلئے ہوائی یعنی آسمانی ذرائع سے ٹیلی وژن اور ریڈیو کے رابطے پیدا کرتی ہے اور احمدی دنیا میں ایک نئی رسم ڈال رہے ہیں کہ نیک باتیں سننے کیلئے اور بنی نوع انسان میں ایک روحانی وحدت پیدا کرنے کی خاطر وہ خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

پچھلے یکم اور 8 / مارچ کے خطبات جن جن ممالک نے سنے ہیں ان میں فرانس ہے، جاپان ہے، ناروے ہے، ماریشس ہے، ڈنمارک ہے اور U.K کے اندر بہت سے ایسے شہر ہیں جنہوں نے براہ راست یہ خطبات سنے اور جرمنی میں بھی ایسے بہت سے شہر ہیں جنہوں نے خطبات براہ راست سنے۔ یکم مارچ میں غالباً جرمنی شامل نہیں ہو سکا لیکن 8 / مارچ میں فرانس، ماریشس، ڈنمارک، ناروے، جاپان

اور جرمنی اور U.K کے بہت سارے شہر شامل تھے۔ پس آپ سے جو میری آواز کو سن رہے ہیں میں آپ کو اپنی طرف سے بھی اور ساری U.K کی جماعت کی طرف سے بھی محبت بھرا اسلام کہتا ہوں۔ ہم بھی آپ کو دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ آپ بھی ہم سب کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور عالم اسلام کے لئے اور بنی نوع انسان کیلئے ان دعاؤں کو نہ بھولیں جن کا میں نے ابتداء میں ذکر کیا تھا۔